امتحانی مشق نمبر 1

(یونٹ 1 تا 4)

سوال 1- تدریسی اسلامیات کے عمومی اور خصوصی مقاصد تفصیل سے بیان کریں۔ (20)

سوال 2- مدرسے کی سزا اور جزا میں معلم کے کردار پر تفصیلی بحث کریں۔ (20)

سوال 3- طبعی، سماجی اور اسلامی علوم کے ساتھ اسلامیات کے ربط اور تعلق کو اپنے الفاظ میں بیان کریں۔ (20)

سوال 4- طلبہ کی ہمہ گیر تربیت کے لیے نصاب کی اصلاح کے ضمن میں مختلف اقدامات تحریر کریں۔ (20)

سوال 5- مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی تین پر نوٹ لکھیں۔ (20)

(1) اسلامیات کے نصاب کے مقاصد

(2) طبعی علوم کے ساتھ اسلامیات کا ربط

(3) اسلامیات میں مطالعہ فنون کی اہمیت

(4) مطالعہ قرآن کے علوم

ANS 01

تعلیمی تحقیقات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ دلکش اور دل پذیر انداز میں معلومات کو پیش کرنے کے فن سے واقف اساتذہ ہی موثر تدریس اور بہتر اکتساب فراہم کرنے میں کامیابی حاصل کر تے ہیں-تدریس ایک معمولی کام نہیں بلکہ تنظیم و ترتیب ،محنت شاقہ ،سنجیدہ غور و فکر کے تسلسل کا دوسرا نام ہے-عموماً دیکھا گیا ہے کہ کمرۂ جماعت میں استادیک عالم ،فاضل شخص کی صورت میں داخل ہوتا ہے اور معلومات کو بغیر کسی تنظیم و ترتیب اور منصوبہ بندی کے روایتی اندا ز میں منتقل کرنے میں جٹ جاتا ہے- دوران تدریس طلبہ پر اپنی علمیت کا سکہ جمانے کی سعی و کوشش کرتا ہوا نظر آتا ہے - بچے بے بسی سے استاد کی علم و فضیلت کی اس بے موسم اور غیر متوقع بارش سے سہم جاتے ہیں- ان کے پاس پڑھائے جانے والے سبق کو بے دلی سے (passively)سننے کے کوئی دوسرا راستہ نہیں رہتا - افتادگی، بے دلی اور بوجھ پن کے ساتھ وہ معلومات کو اپنی بیاضوں (نوٹ بکس) میں تحریر کر نے لگ جاتے ہیں-،تحریر کردہ نوٹس کو رٹّہ لگاکر ، امتحان گاہ یا پھر کمرۂ جماعت میں لوٹانے کی کوشش کرتے ہیں-جب یہ سب ہونے لگے تب ہم کیسے ایک فطری تعلیمی عمل کی توقع کرسکتے ہیں- اس طرح کی تدریس سے بچوں کی معلومات میں خاطر خواہ اضافہ نہیں

Downloaded From Talassus.com

ہوتااوربچوں میں سطحی پن بھی پیدا ہونے لگتا ہے۔ معلومات کی زندگی بہت مختصر ہوتی ہے اور بہت ہی قلیل مدت میں وہ بچوں کے ذہن سے محو بھی ہوجاتے ہیں۔اس طور سے فراہم کردہ تمامتر معلومات کو طلبہ یاد نہیں رکھ پاتے ، جس کی وجہ سے وہ ان معلومات کی شناخت ،اطلاق اور استعمال سے بھی عاجز نظر آتے ہیں۔ ماہرین تعلیم نے کبھی بھی اس طریقہ تدریسکو اعتبار کی نگاہ سے نہیں دیکھا ہے۔کئی مرتبہ اساتذہ اپنے مضمون اور موضوع پر عبور و دسترس کے باوجودعامیانہ اور غیر موثر طریقہ سے معلومات کی پیش کشی کی وجہ سے دلچسپ اکتسابی فضاء پیدا کرنے میں ناکام ہوجاتے ہیں۔ فن تدریس اساتذہ سے کمرۂ جماعت میں اپنے معلومات کی پیش کشی کو بہتر بنانے کا مطالبہ کرتی ہے۔اساتذہ مناسب اور منظم طریقوں کو برؤے کار لاتے ہوئے معلومات کی منتقلی کو یقینی بنائیں تاکہ بامقصد اور کارآمد اکتساب کو پروان چڑھایا جاسکے۔آج کے تصنع اور ریاکاری سے پر سماج نے جہاں طلبہ کو تن آسان ،سہل پسند اور غفلت کا خوگر بنادیا ہے وہیں اساتذہ کی ذمہ داریاں اور پیشہ وارانہ تقاضوں کوپہلے سے کئی زیادہ بڑھا بھی دیا ہے۔ماہر تعلیم جربرٹ اسپنسر نے سبق کی منصوبہ بندی میں معلومات کی پیش کش (Presentation of Knowledge)کوسب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ معلومات کی پیش کشی کے اثرات کو درس و تدریس اور اکتساب پر واضح طور پر محسو س کیا جاسکتا ہے۔ مضبوط و مستحکم اکتساب کی بنیادیں معلومات کی پیش کش پر تعمیر کی جاتی ہیں۔طلبہ میں پھیلی سستی ،بے فکری اور عدم توجہ کی وجہ سے ان کا مستقبل تبا ہ وتاریک ہو رہا ہے۔ ایسے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں طریقہ تدریس کو دلچسپ و موثر بنا تے ہوئے اساتذہ، طلبہ کی صلاحیتوں کوپروان چڑھا نے میں کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔ذیل میں صراحت کردہ رہنمایانہ خطوط پر عمل آور کے ذریعے اساتذہ معلومات کی پیش کشی میں اصلاح و ترمیم کے ذریعے سبق کی پیش کش کو مزید دلچسپ اور مفید بنا سکتے ہیں۔

(1)فن تدریس کا سب سے پہلا اصول پڑھانے سے پہلے طلبہ کو پڑھنے کے لئے آمادہ(تیار) کرنا ہے۔سبق کی تدریس سے قبل بچوں میں سیکھنے کا جذبہ ،شوق و ذوق پیدا کیا جائے۔ شوق و ذوق کی بیداری اور محرکے کے بغیر یہ کام انجام دینا بہت ہی مشکل ہے۔بچوں میں محرکہ پیدا کرنے میں سابقہ معلومات کا اعادہ بے حد کارگرہو تا ہے۔سبق یا معلومات کی پیش کش کا آغاز حوصلہ افزا ء سوالات، دلچسپ سرگرمی یاسابقہ معلومات کے اعادہ سے انجام دیں۔یہ طرزعمل سابقہ معلومات اور نئی معلومات میں ایک تسلسل پیدا کرتے ہوئے سبق و معلومات کی تفہیم کو آسان بنا نے میں معاون ہوتا ہے۔اس کے علاوہ اس طریقہ کار کے ذریعے طلبا نئی معلومات کو بہت جلد قبول کر پاتے ہیں۔اساتذہ معلومات کی پیش کش میں بہت احتیاط سے کام لیں۔ نئے معلومات کی ترسیل سے قبل طلبہ کی سابقہ معلومات سے مکمل طور پر آگہی

Downloaded From Tajassus.com

حاصل کریں۔پچھلی جماعتوں میں پیش کیئے گئے معلومات اور مفروضوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے نئے معلومات پیش کریں۔ہربرٹ کی نظر میں سبق کو موثر بنانے کے لئے سبق کی موثر تیار ی ضروری ہے۔اگر استاد سبق پڑھنے کی موثرتیاری کرئے گا تبھی طلبہ میں سبق پڑھنے کا شوق اور محرکہ پیدا ہوگا۔ہربرٹ نے بچوں کی سابقہ معلومات سے سبق اور تدریس کو جوڑنے پر بہت زور دیا ہے۔وہ بچوں کی سابقہ معلومات پر سبق کی بنیاد رکھنے کا موئید نظر آتا ہے۔ میرا تدریسی تجربہ بھی اساتذہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ تدریس کو مفید اور موثر بنانے کے لئے معلومات پیشکرنے کا آغاز طلبہ کی سابقہ معلومات سے کریں۔اساتذہ مناسب طریقے سے سابقہ معلومات کو پڑھائے جانے والے مواد سے مربوط کردیں تاکہ طلبہ کو نفس مضمون کی تفہیم میں کوئی دقت اور پریشانی نہ ہو۔

(2)معلومات کی پیش کش، کو موثر بنانے میں طلبہ کے نفسیاتی تقاضوں اور ذہنی استعداد کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہوتا ہے۔معلومات کی وضاحت اور تفہیم ،طلبہ کی علمی سطح کو مدنظر رکھ کر کی جائے تاکہ وہ بغیر کسی الجھن اور دقت کے ذہنی طور پر معلومات کو قبول کر سکیں۔ سوالات کے ذریعے طلبہ کی علمی سطح کی جانچ اور معیار کا پتا لگایا جا سکتا ہے۔ طلبہ کی ذہنی اور علمی صلاحیتوں سے معلومات کی پیش کشی کو ہم آہنگ کرنا بے حد ضروری ہوتا ہے تاکہ طلبہ کی لیاقت اور قابلیت میں قابل قدر اضافہ ہوسکے۔مختصراً اس بارے میں اتنا کہنا ہی کافی ہوگا کہ ’’طلبہ کی ذہنی بالیدگی کو مدنظر رکھتے ہوئے اساتذہ معلومات پیش کرنے کے فرائض انجام دیں۔‘‘

(3)اگر بعض وجوہات کی بناء طلبہ کسی مضمون کی مبادی معلومات ،)بنیادی معلومات (Basic knowlege نہ سکھیں ہوں تب ان کو اس موضوع کی مزید)آگے کی ، اعلیadvance Knowledge (معلومات فراہم کرنا بے فیض اور وقت کا زیا ں ہوتا ہے۔بنیادی معلومات کے بغیر اعلی معلومات پیش کرنا بے معنی ہوتا ہے۔طلبہ میں اکتسابی دلچسپی اور تیزی اس وقت دیکھنے میں آتے ہے جب ان کو کسی بھی موضوع کی بنیادی معلومات کا علم ہوتا ہے یاپھر اعلی معلومات کی پیش کشی سے قبل ان کو بنیادی معلومات فراہم کردئیے جاتے ہیں۔اگر طلبہ کی بنیادی معلومات اور ان کی علمی سطح کا ادراک کئیے بغیر تدریسی فرائض انجام دیئے جائیں گے تو یہ ناقص تدریس ہی کہلائی گی۔ اعلی معلومات کی پیش کشی کے دوران استاد کو اس بات کا علم ضروری ہے کہ پیش کردہ معلومات طلبہ کی سابقہ معلومات سے ہم آہنگ اور ان کے معیار کے مطابقہیں۔ اگر طلبہ کسی مخصوص موضوع و مضمون کی مبادیا ت سے نا واقف ہوں تب استاد اعلی معلومات کی فراہمی سے قبل ان کو بنیادی معلومات فراہم کرے تاکہ طلبہ میں نئے معلومات کو حاصل کرنے کا شوق و ذوق پیدا ہوسکے۔

Downloaded From Tajassus.com

(4)معلومات کی تفہیم و وضاحت کے دوران معروف)معلوم Known)سے غیر معروف)نامعلوم Unknown) کارشتہ جوڑیں-معروف معلومات سے غیر معروف کی جانب پیشرفت کرتے ہوئے اساتذہ طلبہ کو جذباتی اور ذہنی طور پر اکتساب کے لئے ابھارسکتے ہیں- معلومات کی پیش کش کے وقت اس بات کا خاص خیال ر ہے کہ پیش کی جانے والی معلومات طلبہ کی سابقہ معلومات سے مربوط ہوں-اگر سابقہ معلومات (معروف معلومات) پیش کیئے جانے والے معلومات (نامعلوم معلومات)میں ربط ہوگا تب بچے نئی معلومات آسانی سے سیکھیں گے- معلوم حقائق کے بل پر غیر معروف حقائق کو آسانی سے سیکھاجا سکتا ہے-

(5)اساتذہ کو ا درسی کتاب(جو طلبہ کی ضروریات کی تکمیل کی متحمل نہ ہو) پر سختی سے عمل درآمد کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہوتی ہے- یہ ایک معروف حقیقت ہے کہ طلبہ کو استاد پڑھتا ہے نا کہ درسی کتاب-اساتذہ طلبہ کی تعلیمی ضروریات کی تکمیل کے لئے دیگر تعلیمی وسائل، ٹولس(تدریسی معاون اشیاء)اور دیگر درسی کتابوں کا بھر پور استعمال کریں تاکہ پریزنٹیشن(پیش کش) کو موثر بنایا جاسکے- سبق کی تدریس ہو یا معلومات کی پیش کش استاد اور طالب علم دونوں کی شراکت ضروری تصور کی جاتی ہے- بشپ مویشو(Bishop Moisshou)کی کتاب ثانوی درجات کی تدریس سے ایک سطر بیان کرنا میں ہے حد ضروری تصور کرتا ہوں تاکہ اساتذہ کو دروان درس و تدریس کوئی شک و شبہ نہ رہے-" Stduent is the centre of the whole educational process, he is the life of the teachers effort."اس قول کی روشنی میں اساتذہ درسی کتاب پر توجہ مرکوز کرنے کے بجائے علم کی منتقلی کی جانب اپنی توجہ مرکوز کریں- استاد کتنا پڑھا چکاہے یہ بات میری نظر میں اہمیت کی حامل نہیں ہے بلکہ میرے نزدیک بچوں نے کتنا سیکھا یہ بات بہت اہم ہے- نصاب (syallabus)کی تکمیل کتاب کے پہلے صفحے سے آخری صفحے تک اوراق پلٹنے کا نام نہیں ہے بلکہ درسی کتاب میں پوشیدہ علوم کو طالب علم نے کتنا سیکھا یہ بہت اہمیت والی بات ہے-سبق کی تدریس میں اساتذہ صرف درسی کتب پر اکتفاء نہ کریں اور درسی کتب کی صحت اور معیار پر مکمل اعتبار نہ کریں -اپنے علم اور تجربہ کو بروئے کار لاتے ہوئے تدریسی فرائض انجام دیں-

اسلام نے جہاں انسانیت کو بہت سارے حقوق عطا کیے ہیں وہیں ان حقوق میں ایک بنیادی حق ہے جسے اسلام نے سماج کے ہر طبقے اور گروہ کو عطا کیا ہے وہ حق تعلیم ہے- سیرت نبویﷺ کے تعلیمی پہلوؤں کے بغور مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اس کائنات میں معلم بنا کر بھیجا گیا اور آپ ﷺ نے اپنی رسالت کی بنیاد پر سماج کے لیے حق تعلیم کا بنایا تھا- آپﷺ کی دعوت اور رسالت کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ تعلیم سماج کے ہر شخص کا ایک بنیادی حق ہے،

Downloaded From Tajassus.com

چھوٹا ہو یا بڑا، مردہو یا عورت، کمزور ہو یا طاقتور، حاکم ہو یا محکوم سیرت نبویﷺ کے آئینے میں ہر کسی کو تعلیم حاصل کرنے اور اپنی زندگی کو تعلیم سے سنوارنے، سجانے اور آراستہ کرنے کا حق ہے۔

سیرت نبویﷺ کے تعلیمی جوانب اور گوشوں کے مطالعہ اور دراسہ کے بعد حق تعلیم اور اس کے فروغ واشاعت کے سلسلے میں درج ذیل نکات معلوم ہوتے ہیں:۔

ہمہ وقت تعلیم اور اس کے فروغ کے لیے کاشانۂ نبوت کھلا رہتا تھا: نبی اکرم ﷺ نے ہر وقت تعلیم وتربیت، لوگوں کو سکھلانے اور رہنمائی کرنے کا فیض جاری رکھا۔ جب بھی آپ کو موقع ملتا اسے تعلیم کے فروغ میں ہی لگاتے، دن کا کوئی وقت ہو یا رات کے آرام وسکون کا کوئی موقع ہمہ وقت دم تعلیم وتربیت میں لگاتے تھے۔ اس بابت سیرت نبوی کے مطالعہ سے درج ذیل باتیں اور دلیلیں معلوم ہوتی ہیں جو اس بات پر بین ثبوت ہیں:

(۱) ضرورت پڑنے پر آپ ﷺ نے دین کے بجائے عشاء کی نماز کے بعد بلکہ نصف شب کو بھی تعلیم ہی میں صرف کیا ہے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب رات کا آدھا حصہ گزر گیا نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس آئے، اور نماز پڑھی اور پھر اس کے بعد ہمیں خطبہ دیا۔ خطبہ دراصل تعلیم کا ایک مناسب اور مؤثر طریقہ ہے۔ (بخاری/ مواقیت الصلوٰۃ:600)۔

(۲) بسا اوقات رات کو نیند سے بیدار ہونے پر بھی ازواج مطہرات کو دین کی تعلیم دیتے تھے ۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے رات کو نیند سے بیدار ہونے پرازواج مطہرات کو نازل ہونے والے فتنوں اور خزانوں کی تعلیم دی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے کہ ”باب العلم والعظمة بالليل “ رات کو تعلیم اور نصیحت کے بارے میں باب ۔ (بخاری/کتاب العلم:115) ایک مرتبہ دو تہائی رات گزرنے کے بعد آخری پہر میں بیدار ہوئے اور لوگوں کو آپ ﷺ نے موت اور قیامت کی آمد کے بارے میں تعلیم دی۔ (ترمذی/ صفة القيامة:457)

مذکورہ دلائل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حق تعلیم اور اس کے فروغ کے لیے آپ نے کسی لمحہ کو ضائع نہ کیا۔ بلکہ ہمہ وقت ہر لمحہ مناسب موقع کو لوگوں کی تعلیم پر ہی صرف کیا اور انھیں دین و دنیا کی رہنمائی اور روشنی عطا کرتے رہے۔

تعلیم کے لیے جگہ اور مقام کی پابندی کا خاتمہ: نبی ﷺ وقت کے ساتھ ساتھ ہر جگہ اور ہر مقام پر تعلیم اور اس کے فروغ میں لگے رہتے تھے۔ ایک طرف جہاں مسجد نبوی میں اصحاب صفہ کے لیے تعلیم کی جگہ خاص تھی تو دوسری طرف جہاں کہیں بھی آپ کو موقع میسر آتا بلا کسی قیدو بند کے فوراً تعلیم دینے لگتے، مسائل بتلاتے، معروف کا حکم دیتے اور منکرات سے منع کرتے۔ آپ کی تعلیم مسجد میں بھی ہوتی، لوگوں کے گھروں میں بھی جاری رہتی، میدان منی میں بھی قائم ہوتی، سفر ہو یا حضر ہر جگہ لوگوں کو کچھ نہ کچھ تعلیم دیتے

Downloaded From Tajassus.com

رہتے، سیرت نبویﷺ کے مطالعہ سے اس بابت درج ذیل باتیں اور دلیلیں معلوم ہوتی ہیں:

۱- لوگ آپ سے مسجدمیں مسائل دریافت کرتے، آپ ان کو مسجد ہی میں تعلیم دیتے۔ ایک دفعہ مسجد میں کھڑے ہو کر ایک آدمی نے پوچھا کہ احرام کی نیت کہاں سے کی جائے آپ ﷺ نے اسے اس کی مکمل تعلیم دی (بخاری/کتاب العلم:133)

۲- عورتوں کی تعلیم اور رہنمائی کے لیے ایک دفعہ آپ نے انھیں ایک خاتون کے گھر میں جمع کیا اور انھیں علیحدہ نصیحت کی اور دین کی تعلیم دی۔ جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عورتوں کی تعلیم گاہیں علیحدہ بھی قائم ہونی چاہئیں۔(بخاری/ الاعتصام: 7310)

۳- حجۃ الوداع کے موقع پر جب میدان منی میں لوگوں نے آپ سے حج کے بارے میں سوال پوچھا تو آپ ﷺ نے وہیں سواری پر بیٹھے ہوئے ان لوگوں کو پوچھے گئے مسائل کی تعلیم دی۔ (بخاری/ کتاب العلم :83)

۴- حضر کے ساتھ ساتھ سفر میں بھی آپ کا یہ تعلیمی سلسلہ جاری رہا، مختلف صحابہ کرام کو سفر کے مختلف مواقع پر آپ ﷺ نے قرآن کی سورتیں اور دیگر دینی مسائل واحکام کی تعلیم دی۔ (صحیح مسلم: الایمان ، با ب الایمان الذی یدخل الجنۃ: 12-13، سنن ابی داوٗد: أبواب قیام اللیل / باب فی المعوذتین:1459)

بلا تفریق مختلف طبقات کے لیے عملی کاوشیں:فروغ تعلیم میں آپ ﷺ نے تمام طبقات کو ملحوظ رکھا، بلا کسی تفریق آپ نے ضرورت پر سب کو تعلیم دی، سیرت رسول اکرم ﷺ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل خانہ سے لے کر قریبی رشتہ داروں اور سماج کے تمام لوگوں بالخصوص ساتھیو ں اور نوجوانوں پر اس سلسلے میں توجہ مرکوز کی بلکہ عورتوں کو بھی آپ نے اس سے محروم نہ رکھا۔ دیہات سے آنے والے بدّوٗں اور اعرابیوں، نیم نومسلموں کو بھی تعلیم کا فیض پہنچایا۔ چنانچہ اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حق تعلیم اور اس کا فروغ سیرت نبوی کے آئینہ میں سماج کے ہر طبقہ کو دیا گیا ہے اور نبی محترم ﷺ نے بلا امتیاز چھوٹے بڑے، امیر وغریب، مردو عورت، قریبی وغیر قریبی ہر ایک کو حصول تعلیم کا موقع عنایت کیا ہے۔ اس سلسلے میں جب سیرت نبویﷺ کے اوراق پر طائرانہ نظر ڈالی جاتی ہے تو درج ذیل باتیں اور دلیلیں معلوم ہوتی ہیں:

۱- ازواج مطہرات ، اہل خانہ، قریبی رشتہ داروں کو آپ ﷺ نے تسبیحات ،فضائل اعمال اور اس کے علاوہ دین ودنیا کے دیگر مسائل کی تعلیم دی۔ (ترمذی / ابواب الدعوات:3514)

۲- آپﷺ نے اپنے ساتھیوں، نوجوانوں، بچوں اور عورتوں کو عقیدہ وایمان کے بنیادی مسائل، انفاق فی سبیل اللہ کا جذبۂ خیر، تسبیحات وتہلیلات، شرک سے بچنے اور اللہ تعالی کی پناہ حاصل کرنے کی تعلیم دی۔ (بخاری:اذان / باب الدعاء قبل الاسلام/ کتا ب خبر الآحاد / باب

Downloaded From Tajassus.com

ماجاء فی اجازۃ الخبر الواحدالخ، ترمذی:ابواب صفۃ القیامۃ:2516)

۳- دیہات سے آنے والے نومسلموں اور اعرابیوں کو نماز، روزہ، ذکر واذکار کے ساتھ ساتھ دین کے مختلف مسائل کی تعلیم دی، اور اس سلسلے میں ان پر خصوصی توجہ صرف کی۔ (مسلم / کتاب الذکر، باب فضائل التھلیل والتسبیح:2296)

طالب علموں کا والہانہ استقبال اور خیرمقدم اور ان کی تشجیع وحوصلہ افزائی:کسی بھی نفع بخش اور اچھے عمل پر اگر اسے انجام دینے والوں کی حوصلہ افزائی اور دلجوئی نہ کی جائے تو عزائم رفتہ رفتہ پژمردہ ہونے لگتے ہیں، میدان تعلیم میں دلجوئی اور حوصلہ افزائی کا ایک بہترین طریقہ طلباء کا والہانہ استقبال اور خیر مقدمی کلمات کہنا ہے۔ جس سے ان کے دلوں میں علم کی محبت، حصول تعلیم کا جذبہ، احترام اساتذہ ومعلمین نیز دلجمعی اور شوق و لگن سے اس میدان میں لگے رہنے کا حوصلہ پیدا اوربلند ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ مثالی طریقہ تھا کہ آپ دور دراز اور قریب سے آنے والے ہر کس وناکس کا، اسی طرح آپ کی مجلسوں میں شریک ہونے والے اور زندگی کی کامیابی کے اصول وآداب سیکھنے کی خاطر آنے والے طلباء اور شائقین علم کا والہانہ استقبال کرتے اور ان کی ہر ممکن دلجوئی اور حوصلہ افزائی بھی کیا کرتے، ان کے عزائم اور ارادوں کی پختگی اور تعلیم میں ان کی ہم آہنگی اور دلجمعی کے لیے انھیں خوشخبریاں سناتے۔ سیرت نبوی ﷺکے مطالعہ سے اس بابت ہمیں درج ذیل باتیں اور دلیلیں معلوم ہوتی ہیں:-

۱- طالب علموں کا حسن استقبال: حضرت صفوان کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ اپنی سرخ چادر پہنے اور ٹیک لگائے مسجد میں تشریف فرما تھے، میں نے عرض کیا کہ میں علم حاصل کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ آپﷺ نے فرمایا: "مرحبا بطالب العلم" کہ طالب علم کو خوش آمدید ہو، اس کے بعد فرمایا: کہ طالب علم کو فرشتے اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں اور پھر وہ ایک دوسرے پر سوار ہوتے ہوئے آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور یہ سب کچھ اس کے طلب علم سے محبت کی بنا پر کرتے ہیں۔ (مجمع الزوائد... کتاب العلم ، باب فی طلب العلم-130/1- حدیث صحیح ہے۔ صحیح الترغیب- 106/1)

۲- دینی مسائل ومعاملات سیکھنے کی غرض سے آنے والے وفود کا خیر مقدم: نبی اکرم ﷺ نے وفد عبدالقیس کا بہترین اور شاندار استقبال کیا اور انھیں تعلیم دی، قبیلہ بنو عامر کی طرف سے آنے والے وفد کا خیر مقدم اور ان کی حوصلہ افزائی کی اور انھیں مختلف مسائل کی تعلیم دی - حدیث کی مختلف کتابوں میں اس طرح کی بے شمار روایتیں موجود ہیں۔ دیکھئے(صحیح بخاری/ کتاب الادب، باب قول الرجل مرحبا رقم6178، الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان:7293)

Downloaded From Tajassus.com

۳- نبی اکرم ﷺ نے طالب علموں کے سلسلے میں صحابہ کرام کو خیرکی وصیت کی اور اپنی زندگی کے بعد ان کی حوصلہ افزائی اور خبر گیری کرنے کا حکم دیا: حضرت ابو سعید خدری ؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب تمہارے پاس قومیں طلب علم کے لیے آئیں گی، جب تم انھیں دیکھو تو ان سے کہو کہ: مرحبا مرحبا بوصیة رسول اللہ ﷺ واقنوھم"کہ رسول ﷺ کی وصیت کے مطابق تمھیں خوش آمدید اور مرحبا ہو اور تم انھیں علم سکھاؤ اور تعلیم دو۔

ANS 02

جس طرح رزق کا دانہ پانی ہوتا ہے اسی طرح علم کا بھی دانہ پانی ہوتا ہے یہ جس کی قسمت میں لکھا ہوتا ہے یہ اس کو مل کر رہتا ہے ۔ اگر سیکھنے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو جس استاد کے ساتھ نصیب جڑا ہو وہ استاد اچھا بھی لگتا ہے اور اس سے سیکھنے والا اس سے متاثر بھی ہوتا ہے۔ بعض اساتذہ بچوں کے لیے آئیڈیل ہوتے ہیں لیکن ہر استاد بچوں کے لیے آئیڈیل نہیں ہو سکتا۔ ایک بچے کی نظر میں بعض اساتذہ کی مثبت تصویر ہوتی ہے اور بعض کی منفی۔ ایک اچھے استاد کو پڑھانے کا شوق ہوتا ہے اسے ناصرف اپنی بات کی سمجھ ہوتی ہے بلکہ اپنی بات کو سمجھانا بھی آتا ہے۔ایک استادکی تربیت بچے کی زندگی کی تبدیلی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ دنیا کی تاریخ میں سب سے بڑی تبدیلی رسول پاک ﷺ سے آئی،آپﷺاستاد تھے ۔آپﷺ کی شان ہے کہ آپﷺ نے ان لوگوں کے کردار کو بدل دیا جو بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ آج انہیں لوگوں کا ادب سے نام لیا جاتا ہے اور انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہا جاتاہے ۔آج ہر کوئی ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قدموں کی خاک بننا چاہتا ہے یہ ایک استاد کا کمال تھا ۔مائیکل ہارٹ جب "The Hundred" کتاب لکھتا ہے تو حضور اکرمﷺ کے نامِ مبارک کو پہلے نمبر پر رکھتا ہے۔ تاریخ میں بڑی بڑی تبدیلیاں اساتذہ کی وجہ سے آئی ہیں یہ ان کے کردار ہی تھے جو تبدیلیوں کے باعث بنے۔ایک بندے کا ویژن ہوتا ہے اور پورا زمانہ بدل جاتا ہے ایک اقبالؒ کا خواب ہوتا ہے اور پاکستان بن جاتا ہے ۔

استاد کاایک پیکج ہوتا ہے اس کی ایک متاثرکن شخصیت ہوتی ہے۔اس میں اخلاقیات ہوتی ہیں۔اس میں برداشت ہوتی ہے۔ اس میں ظرف ہوتا ہے۔ اس کے پاس علم ہوتا ہے۔ اپنے مضامین پر عبور ہوتا ہے۔ اس کو انسانی نفسیات کا اور انتھرا پالوجی کا پتا ہوتا ہے۔وہ انسانی مزاج سے واقف ہوتا ہے۔اسے علم ہوتا ہے کہ کن بچوں کو دیکھنے سے سمجھ آتی ہے کن کو سننے سے سمجھ آتی ہےاور کن کو محسوس کرنے سے سمجھ آتی ہے۔ اس کی شخصیت سے لوگوں کو فائدہ ملتا ہے باباجی اشفاق احمد فرماتےہیں" شخصیت کے چبنے والی خامیوں کو گول کریں تا کہ کسی کو نقصان نہ پہنچے اور وہ خوبیاں جن سے دوسروں کو فائدہ ہو ان کو پالش کریں ۔" استاد ایک اچھا موٹیویٹر اور کونسلر ہوتا ہے اس کی باتیں سن کر لوگوں کی سوچ میں تبدیلی آتی ہے اور وہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتا ہےحضرت مولانا رومؒ کے آخری ایام میں کسی نے آپؒ سے کہا کہ" آپ تو رخصت ہو رہےہیں" آپؒ نے جواب دیا " نہیں میں دنیا کی مسند سے اتر کر لوگوں کے دلوں کی مسند پر بیٹھنے جا رہا ہوں ۔"

Downloaded From Tajassus.com

انسان کی نفسیا ت میں ہے کہ جب وہ کوئی کام کرتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس کے عوض اسے معاوضہ ملے اگر معاوضہ زیادہ ہو تو موٹیویشن کا لیول ہائی ہو جاتا ہے اور اگر معاوضہ کم ہو تو موٹیویشن کا لیول کم ہو جاتا ہے۔آج ایسے بہت سارے اساتذ ہ ہیں جو لاکھوں میں معاوضہ لے رہیں ہیں جبکہ ایسے بھی ہیں جن کا بڑی مشکل سے گزرا ہوتا ہے۔ وہ بھی اساتذہ ہیں جنہوں نے بہت کم معاوضے سے پڑھانا شروع کیا لیکن اپنے کام میں کوالٹی اتنی پیدا کی کہ ٹھیک ٹھاک معاوضہ ملنا شروع ہوگیا۔جب تک کوئی اپنے آپ کو مہنگا نہیں بنائے گا تب تک مہنگا بک نہیں سکے گا۔ پڑھانا ایک صلاحیت ہے اگر وہ صلاحیت نہیں ہوگی تو پھر چاہےجنتی مرضی تعلیم ہو اچھا معاوضہ نہیں ملے گا۔بعض ایسے پڑھے لکھے اساتذہ ہوتے ہیں جو پڑھانے کے لیے سلائیڈز کا سہارا لیتےہیں ، بعض غصے کا سہارا لیتے ہیں جب بچے پڑھانے کے اس طرح کے طریقہ کار کو دیکھتےہیں تو ان کے ذہن میں تاثر بیٹھ جاتا ہے کہ استاد ایسے ہی ہوتے ہیں ۔ایک استاد کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ پروڈکٹ کو آسان کرکے بچے کی سمجھ تک لے کر جائے ۔ آئن سٹائن نےجب سپیشل تھیوری آف ریلیٹوٹی پیش کی تو د نیا میں تہلکہ مچ گیا ۔ کسی نے آئن سٹائن سے کہا کہ مجھے یہ تھیوری سمجھا دو اس نے جواب دیا "اگر آپ ایک خوبصورت لڑ کی کےساتھ بیٹھے باتیں کر رہے ہوں اورآپ کو باتیں کرتے ہوئے کافی وقت گزر جائے اور جب آپ سے پوچھا جائے کہ کتنا وقت گزرا تو تمہار ا جواب ہوگا کہ تھوڑا وقت ہی گزر ا ہے لیکن اگر آپ گرم توے پر ایک منٹ کے لیے بیٹھیں اور پھر آپ سے پوچھا جائے کہ کتنا وقت گزرا ہے تو آپ کا جواب ہوگا کہ صدی گزر گئی ۔ جب ماحول خوشگوار ہو تو وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوگالیکن اگر ماحول تکلیف دہ ہو تو ایک پل بھی صدیوں پر محیط لگے گا۔ سمجھانےوالے کے پاس کوئی مثال ، کوئی جملہ یا طریقہ کار ایسا ہو کہ بڑی سے بڑی بات بھی آسانی سے سمجھ آ سکے ۔ ایک شخص حضرت واصف علی واصفؒ کے پاس آیا اور پوچھا "سر ہمیں کیسے پتا چلے گا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہے " آپ نےؒ جواب دیا "جتنے تم اللہ تعالیٰ سے راضی ہو اتنا اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہے۔" اگر سمجھانے والے کو طریقہ آتا ہو تو وہ دریا کو کوزے میں بند کر دے گا اگر نہیں پتا تو پھر سمجھانے کے لیے دن بھی کم ہوگا۔

حضرت علامہ اقبالؒ اپنے دوستوں میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ایک دم اٹھے اور بھاگ کر دور کھڑےشخص کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے پھر تھوڑی دیر بعد ان کو گھر تک چھوڑ کر واپس دوستوں میں آ گئے، دوستوں نے پوچھا" یہ کون تھے" آپ نےجواب دیا "یہ مولوی میر حسن تھے یہ میرے استاد ہیں " دوست کہنے لگے کہ " ان کو دیکھ تو آپ جو تا پہننا بھی بھول گئے " آپ فرمانے لگے کہ "ان کو دیکھ کر مجھے ہوش ہی نہیں رہا ۔"اگر استاد مولوی میر حسن ہو تو پھر شاگر د اقبال بنتا ہے ۔ آج کا استاد نہ تو مولوی میر حسن ہے اور نہ ہی آج کا شاگرد اقبال ہے۔ برصغیر کے کلچر میں کلرک کوبادشاہ کہاجاتا ہے اس کے فائل تلاش کرنے یا اس کے دستخط کرنے سے ہی مسئلہ حل ہوتا ہے بلکل اسی طرح بے شمار اساتذہ ایسے ہیں جو کلرک بادشا ہ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھ میں وائیوا چلا جاتا ہے ، نمبر چلے جاتےہیں وہ بجائے طالب علموں کے لیے آسانی پیدا کرنے کے وہ مشکل پیدا کر دیتےہیں ۔ اگر ان کے ہاتھ میں

Downloaded From Tajassus.com

حاضری چلی جائے تووہ چاہیں گے کہ اسی سے طالب علم کی جان نکالی جائے ، اگر ان کے ہاتھ میں نمبر چلے جائیں تو وہ اس کو حرفِ آخر بنا لیتے ہیں جب یہ اپروچ ہوگی تو پھر طالب علم بھی ان کی عزت نہیں کرے گا۔ ہر کامیاب شخص کے پیچھے بلعموم کسی استاد کا ہاتھ ہوتا ہے جتنے بھی کامیاب لوگ ہوتے ہیں وہ کسی نہ کسی سے متاثر ضرور ہوتے ہیں ۔ انسان پرکسی کی اتنی نصیحتیں اثر نہیں کرتیں جتنا رویہ اثرکرتاہے ۔ حضرت مولانا رومؒ اپنی درسگاہ میں پڑھا رہے تھے کہ ایک مجذوب(حضرت شمس تبریزؒ) آگیا آپؒ نے پوچھا "کیا بات ہے" اس نے کہا" یہ کیا کر رہے ہو؟" آپؒ نے کہا" صرف ونحو پڑھا رہا ہوں مگر تمہیں کیا لگے" مجذوب کو اس بات پرغصہ آ گیا اس نے الماری میں آپ کی پڑی ہوئی کتا بوں کو قریبی تالاب میں پھینک دیا جب آپ نے دیکھا تو کہا "تم نے تو میری زندگی کی ساری محنت ضائع کر دی "یہ سن کر مجذوب نے تالاب میں ہاتھ ڈالا اور کتابوں کو نکال کر جاڑا تو اس میں گرد نکلنا شروع ہو گئی یہ دیکھ کر آپؒ نے مجذوب سے پوچھا "یہ کیا ہے" مجذوب نے کہا "تم صرف ونحو پڑھاؤ تمہیں کیا پتا کہ یہ کیا ہے۔" یہ کہہ کر وہ مجذوب چل دیا۔مجذوب کے چلے جانے کے بعد مولانا روم پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ انہوں نے اپنا مدرسہ چھوڑدیا اور اس مجذوب کو تلاش کرنا شروع کر دیا ۔ اس مجذوب کو تلاش کرنے میں آپؒ کو 3 سال لگ گئے جب تین سال بعد وہ مجذوب ملے تو آپؒ ان کے قدموں میں گر گئے اور کہا کہ " مجھے آپؒ کو تلاش کرنے میں تین سال لگ گئے " یہ سن کر مجذوب نے جواب دیا " مجھے تجھے تلاش کرتے ہوئے تیس سال لگ گئے اور تم کہہ رہے ہو کہ تین سال لگ گئے ۔" انسان کی طلب صادق ہو تو اس کو منزل تلاش کرنے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ منزل خود اس کو تلاش کر تی ہے ۔سچے انسان کے لیے ہر قدم راستہ ہے جھوٹے انسان کے لیے ہر قدم گمراہی ہے ۔

آج المیہ یہ ہے کہ آج استاد ، ادارے ، اکیڈمیاں ، سکولز صرف نمبر دلا رہے ہیں ان کے لیے فخر کی بات یہ ہوتی ہے کہ ہمارے طالب علموں کے A+ گریڈ ہیں لیکن وہ طالب علم زندگی میں کتنے افیکٹو ہیں ، ان کا مورال کیا ہے، وہ کتنے اچھے پاکستانی ہیں ، کتنے اچھے انسان ہیں، کتنے اچھے بیٹے ہیں یا کتنے اچھے شہری ہیں ان کی طرف ان کا دھیان ہی نہیں ہوتا۔نمبروں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کسی اچھے ادارے میں داخلے کے لیے نمبر بہت ضروری ہیں لیکن نمبروں کے ساتھ گرومنگ کرنا بھی استاد کا کام ہے۔ اگر استاد اپنے شاگردوں کی اچھی گرومنگ کر رہا ہے تو پھر وہ بہت بڑا کام کر رہا ہے ۔طالب علم نے یاد کر کے جو نمبر لیے ہیں یا جو ڈگریاں لی ہیں وہ اس نے بھول جانی ہیں لیکن جو اس کی شخصیت بننی ہے وہ ساری زندگی اس کے کام آنی ہیں ۔ اگر استاد شاگرد کا اچھا مزاج بنا دیتا ہے ، اس کو اچھا اخلاق دے دیتا ہے ،اس کے اندر خوبیاں پیدا کر دیتا ہے تو یہ سب خوبیاں اس کے نصیب میں بدل جاتی ہیں ۔ نگاہِ مردِ مومن سے بد ل جاتی ہیں تقدیریں اس کا مطلب یہ ہے کہ استاد کی نگاہ کسی شاگر د میں ایسی خوبیاں پیدا کر دیتی ہے کہ اس کا نصیب بدل جاتا ہے ۔بھارت کے صدر عبدالکلام کہتے ہیں کسی انسان کا مستقبل نہیں بدلا جاسکتا لیکن اس کی عادات بدلی جا سکتی ہیں اور وہ عادات اس کے مستقبل کوبدل دیتی ہیں ۔

کسی بھی سسٹم کو ہر وقت اچھے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے اگر اچھے لوگ نہ ہوں تو سسٹم نہیں چلتا ۔ ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ جس کو کوئی کام نہیں ملتا وہ پڑھانا شروع کر دیتا ہے اس سے تعلیم کا معیار

Downloaded From Tajassus.com

متاثر ہو رہا ہے ۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے شوق کے مطابق اس شعبے کا انتخاب کیا ۔ اس شعبے میں وہ لوگ آ گئے ہیں جنہیں اپنے شعبوں میں کامیابی نہیں ملی اور جن کے خواب ٹوٹ چکےہیں یہی وجہ ہے کہ ایک یونیورسٹی میں پڑھنے والا بچہ اپنے استاد سے متاثر ہوتانظرنہیں آتا اسے اپنے استاد کے لیکچر سے اکتاہٹ محسوس ہوتی ہے اسےنیند آتی ہے ۔ جب کوئی طالب علم لیکچر کے دوران سوئے گا تو ناصرف وہ سوئے گا بلکہ اس کا نصیب بھی سو جائے گا۔ آج پڑھنے والا طالب علم اپنے استاد سے اس لیے بھی متاثرنہیں ہے کیونکہ اسے اپنا استاد پرانے زمانے کا لگتا ہے ۔ اگر ایک استاداپنے جسم پر شیروانی پہنے ، سر پرترکش ٹوپی رکھےاور پاؤں میں کھوسہ پہنے کلاس میں آئے گا تو آج کا ماڈرن طالب علم جو کمپیوٹیشن پڑھ رہا ہے اس کے ایک ہاتھ میں لیپ ٹاپ ہے دوسرے ہاتھ میں موبائل ہے تو وہ متاثر نہیں ہوگا ۔ استاد کو اپنے لبادے سے ، اپنے لباس سے استادلگنا چاہیےشعبہ تدریس میں بہتری تب آئے گی جب اس میں اچھے لوگ آئیں گے ۔

ANS 03

قرآن مجید اپنی آیات پر غور و فکر کے ساتھ ساتھ آیات آفاق اورآیات انفس پر بھی غور کرنے کے تعلیم دیتا ہےآفاق میں تمام طبعی ظواہر (Physical Phenomena) شامل ہیں اور انفس میںتمام سماجی ظواہر (Social Phenomena)۔ شامل ہیں۔سماجی علوم سماجی ظواہر کے مطالعہ ہی کا نام ہے۔ انسانی زندگی کی تفہیم اور اس کی تعمیر و تشکیل میں سماجی و انسانی علوم کی غیر معمولی اہمیت ہےیہ علوم سماج اور سماج کے اندر انسانی تعلقات کا جائزہ لیتے ہیں۔ بشریات، تاریخ، معاشیات ،سیاسیات جیسے علوم زندگی کے مختلف گوشوں سے متعلق اہم رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ سماجی علوم کی فہرست میں سماجیات (Sociology) گرچہ نسبتاً نیا علم ہے لیکن اس کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ سماجی تعلقات کی کیا نوعیت ہوتی ہے۔

سماجی تبدیلیاں کیسے رونما ہوتی ہے۔ مذہب، معیشت ، خاندان، حکومت جیسے اداروں کاکیا رول ہوتا ہے۔ سوشلائزیشن کا عمل کیسے انجام پاتا ہے۔سماج میں ہونے والے جرائم کے عوامل کیا ہوتے ہیںاور ان کا سد باب کیسے کیا جاسکتا ہے۔سماجی ترقی کے مختلف ماڈلس کیا ہیںاور کونسا ماڈل زیادہ مناسب اور مفید ہے۔سماجی نالنصافی کی شکلیں اور اس کے وجوہ و اسباب کیا ہیں۔یہ اور اس طرح کے بے شمار سوالات کے جوابات کی تلاش ہی کا نام سماجیات ہے۔

سماجیات کا دائرہ دو افراد کے مابین ہونے والے تعامل (Interaction)۔ سے لیکر عالمی سطح پر ہونے والی سماجی تبدیلیوں تک محیط ہےانسانی زندگی کا کوئی ایسا گوشہ نہیںہے جو سماجیات کے دائرہ سے باہر ہو۔ سماجیات میں ہر چیز کا سماجی پہلو سے مطالعہ کیا جاتاہے۔ مذہب ہی کی مثال لیجیے۔ مذہب یوںتو خدا اور بندے کے تعلق کا نام ہے

Downloaded From Tajassus.com

مگر لیک دوسرے پہلو سے دیکھیں تو یہ لیک سماجی ظاہرہ (Social Phenomenon) ہے۔ مذہب کی تعبیر و تشریح سے لیکرمذہبی مراسم کی ادائیگی تک ہر عمل سماج ہی کے اندر انجام پاتا ہے۔

مذہبی نص (Religious Text)کے فہم اور انطباق دونوں پرسماجی پس منظر (Social Context)اثر انداز ہوتا ہے۔مذہب جہاں سماج پر اثر انداز ہوتا ہے وہیں سماج سیاسی، معاشی اور دیگر اغراض کے لیے مذہب کا استحصال بھی کرتا ہے۔سوشیالوجی آف ریلی جین میں اس طرح کے بہت سارے سوالات زیر بحث آتے ہیں۔سوشیالوجی آف ڈیولپمنٹ، ایکلنومک سوشیولوجی، پالیٹکل سوشیالوجی ، اربن سوشیالوجی ، رؤرل سوشیالوجی، Environmental سوشیالوجی وغیرہ سماجیات کے کچھ اہم تخصصات ہیں۔

لیک سوال ذہن میں یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ کیا سماج کو سمجھنے کے لیے باقاعدہ کسی علم کی ضرورت ہے؟ انسان جب سماجی مخلوق ہے اور سماج ہی میں آنکھیں کھولتا اورپلتا بڑھتا ہے تو کیا سماج کو سمجھنے کے لیے اسے تحقیق اور ریسرچ کی ضرورت پیش آسکتی ہے؟کیا سوشل سائنس ریسرچ کے ذریعے جوعلم حاصل ہوتا ہے وہ عقل عام (Common Sense)۔ کے ذ ریعے سے حاصل نہیں ہوتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم سماج میں بہت ساری چیزوں پر تنقیدی نگاہ نہیں ڈالتے۔ ہم سماج سے متعلق اپنے آراء (Opinions)اور مفروضات (Assumptions)کو حقائق (Facts)سمجھ بیٹھتے ہیں۔ آراء یامفروضات شخصی (Subjective) ہوتے ہیں اور حقائق معروضی(Objective) ہوتے ہیں۔ لیک سوشل سائنٹسٹ دونوں میں فرق کرتا ہے۔ وہ آرام دہ کرسی پر بیٹھ کر سماج کے مختلف پہلوئوں پر رائے قائم نہیں کرتا بلکہ وہ تحقیق کے مختلف کیفیاتی اور کمیاتی وسائل (Qualitative and Quantitative Research Tools)۔ کو اختیار کرکے سماج کے کسی پہلو سے متعلق حقائق دریافت کرتا ہے اور پھر ان حقائق کا تجزیہ کرتا ہے۔

امریکہ کی –’نیشنل ریسرچ کونسل نے “Using Science as Evidence in Public Policy”۔ کے نام سے ایک دستاویز شائع کی ہے جو یہ کہتی ہے کہ “Every field of science produces usable knowledge but explaining whether, how and why that knowledge is used is the task of social science.” (سائنس کے تمام شعبے قابل استعمال علم پیدا کرتے ہیں لیکن ان کا استعمال کرنا چاہئے یا نہیں، اور اگر کرنا چاہئے تو کیوں اور کس طرح، اس کا جواب دینا سماجی علوم کا کام ہے۔)آج ملکی و عالمی تنظیموں اور حکومتوںکی پالیسی سازی کے عمل میں سوشل سائنس ریسرچ کا بڑا اہم رول ہوتا ہے۔سوشل سائنس ریسرچ پالیسی سازی کے عمل کو موثر بنانے میں اور

Downloaded From Tajassus.com

انسانی وسائل کے موثر استعمال میں مددگار ہوتی ہے۔ سوشل سائنس ریسرچ بسااوقات قانون سازی اور قانون میں تبدیلی کا سبب بھی بنتی ہے ۔

تاریخ سماجی و انسانی علوم کا ایک اہم شعبہ ہے۔ اس وقت اکثریتی فرقہ پرستی(MajorityCommunalism)۔ ہندوستان کا سبب سے اہم مسئلہ بن چکا ہے۔مشہور تاریخ داں بپن چندرا کے مطابق ہندوستان میں فرقہ پرستی اصل میں تاریخ کی غلط توجیہ کی بنیاد ہی پر کھڑی ہے۔مثلاًمسلم اور ہندو حکمرانوں کے درمیان ہونے واللی جنگوں کو اسلام اور ہندومت کی جنگوں کے طور پر پیش کیا جلتا ہے ۔اسی طرح ہندتوکے علمبردارمفکرین یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلم حکمرانوں نے سلٹھ ہزار مندر مسمار کیے۔ جبکہ ریچارڈ لیٹن (Richard Eaton)جو پری ماڈرن ہسٹری پر اتھارٹی مانے جلتے ہیں۔کہتے ہیں ان کی تعداد صرف ۸۰ ہے اور اس کے پیچھے بھی سیاسی وجوہ و اسباب کارفرماہیں نہ کہ مذہبی عناد۔تاریخ کی غلط توجیہ کو چیلنج کرنے کے لیے کتنے اسلام پسند سائنس داں ہمارے پاس ہیں؟

سماجی علوم کا ایک اہم شعبہ سیاسیات ہے۔ ہندوستانی مسلمان سیاسی شعور سے عاری اور ووٹ بینک پالیٹکس کا شکا ر ہیں۔ ہماری ملی جماعتیں اور تنظیمیں سیاسی منصوبہ بندی بھی کرتی ہیں اور عملی سیاست میں بھی بسااوقات حصہ لیتی ہیں۔ لیکن ہمارے یہاں سیاسی امور غور و فکر اور فیصلہ سازی کے لیے ماہرین سیاسیات کی کوئی ٹیم نہیں ہے۔ یہ علماء اور علماء نما ملی قائدین ہی ہیں جو یہاں بھی اپنا ’فرض کفایہ‘ ادا کرتے ہیں۔ہمارے یہاں ملکی سطح پر سیاسی پارٹی لانچ کرنے پر پہلے علماء سے اس کے شرعی جواز اور عدم جواز کے سلسلے میں فتوی تو لیا جاتا ہے مگر ماہرین سیاسیات کی خدمات لینا یا فزیبلٹی Feasibility اسٹڈی کرنا ضروری نہیں سمجھاجاتا۔

ہندوستان کے اندر مسلمان بہت سارے پیچیدہ مسائل کا شکا ر ہیں۔ہمارے یہاں عموماً ان مسائل کے حل کے سلسلے میں دو طرح کے رویے پائے جاتے ہیں۔ علماء ان مسائل کے حل کے لیے دین کی طرف رجوع کا عمومی فارمولا تجویز کرتے ہیں۔ دوسری طرف ملی تنظیمیں آگے بڑھ کر کچھ رفاہی کام انجام دیتی ہیں۔مسائل کے صحیح ادراک اور ان کے اسباب و حل کی دریافت کے لیے ہمارے یہاں سوشل سائنس ریسرچ کا تصور بالکل مفقود ہے۔مختلف سطحوں پر مسلمانوں کی سماجی و معاشی حالت سے واقفیت، ان کے سماجی مسائل کی صحیح آگہی، ان کی تعلیمی و معاشی پس ماندگی کے صحیح تجزیے اور اس کے اسباب و حل کی نشاندہی کے لیے ضروری ہے کہ ان مسائل پر کام کرنے واللے اداروں اور جماعتوں کے پاس سماجی علوم کے ماہرین کی ایک ٹیم ہو جو

Downloaded From Tajassus.com

لنہیں ان موضوعات پر مطالعہ و تحقیق کے ذریعے تازہ اور مبنی بر حقائق معلومات فراہم کرسکیں۔

مسلم عوام و خواص دونوں میںیہ رویہ پایا جاتا ہے کہ وہ مسلم سماج پر کی جانے واللی تنقیدوں کا جواب میںقرآن و حدیث کی مثالی تعلیمات پیش کرتے ہیں۔حالانکہ Textual Islam جو قرآن و حدیث کی صورت میںہے اورمسلم سماج دونوں میںفرق کرنا ضروری ہے۔ہمارے یہاں اسلام کے تصورمساوات پر تو خوب لٹریچر شائع کرنے کا رجحان ہے مگر ہندوستانی مسلمانوں میں ذات پات کو مسئلہ کوبالکل نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ گزشتہ دنوں طلاق ثلاثہ کے مسئلہ پرملکی سطح پر خوب بحثیں ہوئیں۔ یہ ایک اہم سماجی مسئلہ ہے - مسلم سماج میں عورتوں کی حقیقی صورتحال کیا ہے۔ کیا ان کے ساتھ زیادتیاں ہورہی ہیں۔ اگر ہاں تو وہ کس قدر ہیں اور اس کے اسباب کیا ہیں۔ایسا کیوں ہے کہ ہماری 'شریعت' میں عورتوں کی آواز کا بھی پردہ ہے اور وہ مسجد بھی نہیں آسکتیں مگر اسی شریعت کے نام سڑکوں میںاحتجاج اور جلسے جلوس بھی کرسکتی ہیں۔ان سب چیزوں پرکھل کر بحث اسی وقت ہوسکتی ہے جب مسلم پرسنل لا بورڈ جیسے اداروں میںسماجی علوم سے وابستہ افراد بھی موجود ہوں۔

جدید دور میں اسلام کی نمائندگی کے لیے بھی سماجی علوم سے واقفیت ضروری ہے۔ عام طور پر مدارس کے نصاب میں تبدیلی پر بحث کرتے ہوئے لوگ اس میں سائنس کی شمولیت پرزور دیتے ہیں۔لیکن دینی مدارس کے فارغین کے لیے سائنس کے بجائے سوشل سائنسس سے واقفیت ضروری ہے۔علمائے دین کے لیے ضروری ہے کہ وہ دینی مآخذ کے ساتھ ساتھ سماجی علوم خصوصاً سماجیات کا مطالعہ کریں۔جدید سماجی علوم سے علماء کی دوری کی وجہ سے ان کے اوراعلی تعلیم یافتہ اشخاص کے درمیان ابلاغ کا صحیح رشتہ قائم نہیں ہوپاتا۔علماء کے لیے نص (Text)۔ یعنی قرآن و حدیث کا سمجھنا بھی ضروری ہے اور Social Context کا سمجھنا بھی ضروری ہے۔اس لیے کہ کوئی بھی نص سماجی پس منظر ہی میں وجود میں آتا ہے اور سماج ہی میں اسے apply بھی کیا جاتا ہے۔سماجی علوم کا مطالعہ دینی جماعتوں اور تحریکوں کے پالیسی ساز افراد کے لیے بھی ضروری ہے جو سماج میں تبدیلی کے خواہاں ہوتے ہیں۔

حقائق کو جمع کرنا ایک معروضی عمل ہے لیکن ان حقائق کی توجیہ و تشریح میں فرد کے تصورِ کائنات (Worldview)کا بڑا دخل ہوتا ہے۔مغرب میں علوم کا ارتقا انکارِ خدا کے تصور کی بنیاد پر ہوا ہے۔ مغربی مفکرین کے تصور کائنات میں خدا کا کوئی وجود نہیں ہے۔ چنانچہ اس تصور کائنات کی بنیاد پر جن علوم کا ارتقا ہوا ہے ان میں ''تا ثریا می رود

Downloaded From Tajassus.com

دیوار کج'' کی مانند ٹیڑھ پیدا ہوگئی ہے۔جدید سماجی علوم بھی مغربی فلسفہ کے اساسات پر قائم ہیں۔طبعی علوم کی بہ نسبت سماجی و لنسانی علوم میں تعصبات کے ظہور کے مواقع زیادہ ہیں۔قرآن مجید نے اقرأباسم ربک کا حکم دے کر پہلی وحی میں یہ واضح کردیا ہے کہ تم خواہ کچھ بھی پڑھو مگر خدا کے نام سے یعنی اسلامی نقطۂ نظر سے پڑھو۔مسلم ماہرین کا کام یہ ہے کہ مغرب سے سماجی علوم کو امپورٹ کرنے کے بجائے ان کا تنقیدی مطالعہ کریں اور ان اجزاء اور تصورات کی نشاندہی کریں جو اسلام کے تصور کائنات کے خلاف ہیںاور ان علوم کو صحیح اسلامی بنیادوں پر استوار کریں۔

ANS 04

یہ ایک انتہائی اہم اور پھیلا ہوا موضوع ہے جس کی کئی جہتیں اور پہلو ہیں۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں خود کو اس موضوع پر کوئی مستند رائے دینے کی اہل نہیں سمجھتی کیوں کہ جدید علمی دنیامیں یہ ایک باقاعدہ علم ہےجس میں نفسیات، سماجیات اور دیگر علوم کی مدد سے نصاب سازی کے اصول مرتب کیے جاتے ہیں۔ البتہ اپنے تیس سالہ تدریسی تجربے کی بنا پر، جس میں ہر سطح کی تدریس شامل ہے،میں اپنے چند مشاہدات اور ان سے حاصل ہونے والئے نتائج آپ کے سامنے پیش کر سکتی ہوں۔

یہ تو تمام اصحاب علم کو معلوم ہے کہ نصاب، درسی کتاب کو نہیں کہتے۔ نصاب دراصل وہ مجموعی خاکہ ہے جس میں کسی خاص مضمون کی تدریس کے مقاصد، عمومی موضوعات اور اس کی سطح کی حد بندی کی جاتی ہے۔ مثالی اردو نصاب کے بارے میں گفتگو سے پہلے چند بنیادی سوالات پر غور کرنا ضروری ہے۔

مثلاً یہ کہ نصاب سے کس درجے کا نصاب مراد ہے؟ پرائمری سے لے کر جامعات تک ہر درجے کے نصاب کے تقاضے الگ ہیں اور ان کے لیے سفارشات بھی مختلف نوعیت کی ہونی چاہییں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ اردو سے مراد اردو زبان ہے یا ادب؟ میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے تو اسی تخصیص کی ضرورت ہے کہ جب ہم تدریسِ اردو کہیں تو اس سے مراد ہو اردو زبان۔ ادب کو زبان کی تدریس کے لیے ضرور استعمال کیا جائے مگر اس کے علاوہ بھی اردو کی تدریس کے مراحل پر توجہ دی جائے۔ کم از کم پہلے بارہ سال کی تعلیمی زندگی میں اردو زبان کے تدریس کے عمل کو مکمل کیا جائے۔ اس کے لیے ادبی مواد کی مدد لی جا سکتی ہے مگر صرف ادب کی تدریس پیش نظر نہ رہے بلکہ معروضی نثر لکھنا، سائنسی اور تکنیکی مضامین کے پیرائہ بیان کی تربیت دینا اور روزمرہ بات چین اور بول چال کے مختلف اسلوب سکھانا اردو کی تدریس کے لازمی اجزا سمجھے جانے چاہییں۔ ادب کی تدریس ثانوی اور اعلیٰ ثانوی جماعتوں میں بطور اختیاری مضمون کی جا سکتی ہے۔

Downloaded From Tajassus.com

زبان کی تدریس کی چار بنیادی مہارتیں ہیں۔ جو بتدریج سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں۔ یعنی سب سے پہلے سننا، پھر بولنا، پھر پڑھنا اور پھر لکھنا۔ ان میں سے دو مہارتیں ان پٹ کی حیثیت رکھتی ہیں اور دو آؤٹ پٹ کی۔ سننا اور پڑھنا ان پٹ ہیں اور بولنا اور لکھنا آؤٹ پٹ۔ اب ان میں سے پہلی مہارت یعنی سننے کے عمل کا آغاز فطری طور پر ماں کے پیٹ سے ہی ہو جاتا ہے۔ اور بولنا بھی بچہ سماجی زندگی کے ابتدائی چند سالوں میں سیکھ لیتا ہے لیکن یہ سننا اور بولنا دونوں اس کی مادری زبان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اردو کا معاملہ یہ ہے کہ پاکستانیوں کی اکثریت کی مادری زبان نہیں ہے لیکن ہر پاکستانی کی دوسری زبان یعنی سیکنڈری لینگویج ضرور ہے۔ اگر کسی ماحول میں اردو بولنے والا کوئی ایک فرد بھی موجود نہ ہو، تب بھی ذرائع ابلاغ، ریڈیو، ٹیلی وژن، گانوں، گیتوں اور قوالیوں کے ذریعے اردو کے الفاظ اور لب و لہجے سے واقفیت پیدا ہو ہی جاتی ہے۔

اسکول میں رسمی تعلیم کے ذریعے اس ابتدائی واقفیت کی پرورش و نمو کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے نصاب میں ان دونوں بنیادی مہارتوں یعنی سننے اور بولنے کی تربیت کا مناسب یا ضروری اہتمام نہیں ملتا۔ ہم ابتدائی جماعتوں سے دیکھتے ہیں کہ سارا زور پڑھنے اور لکھنے پر دیا جاتا ہے۔ سننے اور سن کر درست معنی اخذ کرنے اور اسے یاد رکھنے کی مشق اگر ہو بھی تو اتنی معمولی ہوتی ہے کہ خاطر خواہ نتائج پیدا نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ یونی ورسٹیوں میں بھی طلبہ کی ؛لیکچرسن کر سمجھنے اور اسے یادداشت میں محفوظ کر لینے کی صلاحیت انتہائی محدود ہوتی ہے۔ اس کی توجہ کا مرکز بار بار بدل جاتا ہے اور وہ اگلے جملوں کو پچھلے جملوں سے مربوط کر کے کلام کے مجموعی معانی سمجھنے کے قابل نہیں ہوتے۔

اب سے چالیس پچاس برس پہلے یہ صورت حال نہیں تھی اور ابتدائی جماعتوں میں ان دونوں مہارتوں کی تربیت کے لیے انتہائی سادہ اور نتیجہ خیز مشقیں عام تھیں۔ مثلاً ہر نیا سبق استاد پہلے خود اور بعد میں مانیٹر کے ذریعے بچوں سے بار بار بآواز بلند کہلواتا تھا۔ استاد ایک سطر پڑھتا تھا، بچے اس کے بعد مل کر باجماعت اس سطر کو دہراتے تھے اور یوں نہ صرف استاد کی، بلکہ خود اپنی بھی،آوازسن کر تلفظ، لب و لہجہ اور ادائیگی کی مشق کر لیتے تھے۔ اب اس مشق کو فرسودہ طریقہ سمجھ کر ترک کر دیا گیا ہے۔ استاد بمشکل ایک بار بچوں کے سامنے سبق کی قرات کرتا ہے اور چند بچوں سے منتخب اقتباسات کی قرات کرواتا ہے۔ اس سے ایک تو سب بچوں کو قرات کا موقع نہیں ملتا جس سے ان کی آموزش نہیں ہوتی اور دوسرے ان کی دلچسپی بھی سبق میں نہیں رہتی۔ نتیجہ یہ ہے کہ لمبی گفتگو سن کر اس سے معانی اخذ کرنا اور انھیں دوبارہ بیان کرنے کے قابل ہونا اب جامعات کے طلبہ کے لیے بھی

Downloaded From Tajassus.com

آسان نہیں رہا۔اسی طرح مارننگ اسمبلی کے نام سے روزانہ کی بنیاد پر ہونے والی سرگرمی میں بچے مل کر کوئی دعا، نغمہ یا ترانہ پڑھتے تھے اور اس سے بھی ان کے اعضاے نطق کی مناسب ورزش ہو جاتی تھی۔ اب کہیں دہشت گردی کے ڈر اور کہیں عمارتوں کی تنگی کے باعث یہ رسم بھی متروک ہوتی جارہی ہے اور صبح صبح ایک گیت گا کر بچوں کے ذہن میں جو تازگی پیدا ہوتی تھی وہ مفقود ہوتی جا رہی ہے۔

لہذا میرے نزدیک بنیادی جماعتوں کے اردو نصاب کی پہلی شرط تو یہ ہونی چاہیے کہ پڑھنے اور لکھنے سے پہلے سننے اور بولنے کی مشق کروائی جائے اور یہ مشق صرف استاد کی صوابدید پر نہ چھوڑی جائے بلکہ اسے باقاعدہ امتحانی سرگرمی کا حصہ بنایا جائے کیوں کہ بدقسمتی سے ہمارے ہاں ہر سطح کے اساتذہ کی اکثریت اپنے منصب کے تقاضوں اور ان کی اہمیت سے بے خبر ہے اور اس وقت تک، کسی کام پر آمادہ نہیں ہوتی جب تک اسے سزا یا جزا کے کسی سلسلے سے مربوط نہ کیا جائے۔ محض ایمان داری اور اخلاقی تقاضے کے تحت اپنی ذمہ داریوں کو بھرپور طور پر نبھانا اب قصۂ پارینہ بن چکا ہے اور جو استاد اب بھی اس جرات رندانہ کے مرتکب ہوتے ہیں انھیں اپنی برادری میں کوئی خاص محبت یا عزت کے قابل نہیں سمجھا جاتا بلکہ دیگر ہم کار اکثر ان سے نالاں نظر آتے ہیں اور کسی نہ کسی سازش کے ذریعے انھیں منظر عام سے ہٹانے کی فکر میں رہتے ہیں۔

خیر یہ ایک الگ موضوع ہے اور فی الحال زیر بحث نہیں ہے حالانکہ نظام تعلیم کا اہم ترین ستون اساتذہ ہی ہوتے ہیں۔ موجودہ صورت حال اور اساتذہ کی اس کیفیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم نصاب میں کچھ ایسی تبدیلیاں کر سکتے ہیں جو اساتذہ کو مطلوبہ نتائج حاصل کرنے میں مدد دے سکیں۔لیکن یہ نصابی تبدیلیاں صرف اس صورت میں مؤثر ثابت ہوں گی جب انھیں امتحان کے عمل سے گزارنا لازمی قرار دیا جائے۔ نصاب اور امتحانی نظام یعنی ایویلیوایشن سسٹم لازم و ملزوم ہیں۔

لہذا پہلی بات تو یہ ہے کہ ابتدائی جماعتوں میں بلند خوانی اور مکالمے کی تربیت کو نصاب کا لازمی حصہ بنایا جائےاور اس کی جانچ کے لیے اردو کے زبانی امتحان کا اہتمام کیا جائے جسے پڑھانے والے استاد کے بجائے کوئی دوسرا استاد لے۔ اس طرح بچے تلفظ، ادائیگی اور گفتگو کے آداب سیکھ سکیں گے اور بتدریج بڑی جماعتوں میں جاتے جاتے مدلل گفتگو کرنے اور اپنے خیالات کو مربوط انداز میں بیان کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔

دوسری تجویز یہ ہے کہ بچوں کے ذخیرۂ الفاظ میں مرحلہ وار اضافہ کرنے کا ٹھوس اور قابل عمل منصوبہ مرتب کیا جائے۔ محض یہ فرض کر لینا کافی نہیں ہوگا کہ نصابی کتب کے اسباق پڑھنے سے بچوں کے ذخیرۂ الفاظ میں خود بخود اضافہ ہوتا رہے گا۔ اس مقصد کے لیے علیحدہ

Downloaded From Tajassus.com

کتابچے مرتب کیے جائیں جن میں الفاظ، ان کے معانی اور ان کے استعمال کو واضح کیا جائے۔ ان الفاظ کی تعداد کیا ہونی چاہیے یا انھیں کس ترتیب سے سکھایا جائے، اس بارے میں پیشہ ور ماہرین نصاب بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے کئی طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثلاً آسان سے مشکل کی جانب۔ روزمرہ استعمال کے الفاظ سے لے کر بتدریج بڑھتی ہوئی سماجی، علمی اور فکری ضروریات پر مبنی الفاظ کی جانب۔ مفرد سے مرکب کی جانب۔ یا اسی نوع کی کوئی ترجیحی صورت یا ان تمام صورتوں کو پیش نظر رکھ کر ذخیرہ الفاظ مرتب کیا جا سکتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ ترکیب سازی، نئےنئے الفاظ بنانے اور انھیں استعمال کرنے پر بھی خصوصی توجہ دی جائے۔

ذخیرۂ الفاظ کے سلسلے میں بچوں کو ابتدائی جماعتوں ہی سے لغت کے استعمال کی عادت ڈالنے کے لیے اس اہم سرگرمی کو بھی نصاب کا حصہ بنانا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے بچوں کے مجوزہ ذخیرۂ الفاظ پر مشتمل بولنے والی لغات یا ٹاکنگ ڈکشنریز خصوصی طور پر تیار کی جا سکتی ہیں۔ اب تو ٹیکنالوجی کے استعمال کے ذریعے انتہائی کم لاگت میں ایسی لغات تیار کر کے بلا قیمت بچوں اور ان کے اساتذہ تک پہنچائی جا سکتی ہیں۔

پڑھنے اور لکھنے کی مہارتوں کی تربیت کے لیے نصاب کو اس طور پر تشکیل دیا جائے کہ اخلاقی، دینی اور تہذیبی مقاصد بھی بے شک پیش نظر رہیں لیکن ان کی نوعیت ضمنی رہے۔ اردو کا نصاب مرتب کرتے ہوئے یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اصل مقصد زبان کی تدریس ہے۔ اس مقصد کے لیے نصاب کو نہایت ذہانت اور فن کارانہ حس تناسب کے استعمال سے مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ نصاب اس طرح وضع کیا جائے کہ اس کے نتیجے میں ترتیب دی جانے والی نصابی کتب مطلوبہ نتائج پیدا کرنے کی پابند ہو جائیں یعنی اس میں مقاصد اور طریق کار کے متعلق واضح ہدایات درج ہوں۔ مثلاً یہ کہ پڑھ کر عبارت کی درست تفہیم کے لیے جو تحریری ٹکڑے منتخب کیے جاتے ہیں ان میں بچوں کی عمر، ذوق، استعداد اور دلچسپی کو تو مد نظر رکھا ہی جاتا ہے لیکن زبان کی چاشنی اور اثر انگیزی کے پہلو کو بھی پیش نظر رکھا جانا چاہیے اور تفہیم کے ساتھ ساتھ تحسین کے عمل کو جزوِ نصاب بنایا جائے۔غیر ضروری طوالت اور پھسپھسی، بے جان عبارتوں سے گریز کر کے، اردو کے نئے پرانے عظیم اور معتبر انشا پردازوں کی تحریروں کے ٹکڑے پیش کیے جائیں جن کے معنوی اور فنی پہلوؤں کی تفہیم و تحسین اساتذہ کے ذریعے کروائی جائے اور اس مقصد کے لیے خود اساتذہ کو بھی نہایت واضح ہدایات دی جائیں۔ نیز اس بات پر بھی زور دیا جائے کہ بچے عبارت کو پڑھ کر اس کے مرکزی نکتے یا نکات کو سمجھ لیں اور پھر اسے اپنے الفاظ میں بیان بھی کر سکیں۔ ابتدا میں طویل

Downloaded From Tajassus.com

عبارتوں کے بجائے مختصر اقتباسات کے ذریعے مشق کروانا اہم ہوتا ہے جس میں بیک وقت بہت سی باتوں کے بجائے ایک ہی مرکزی خیال تک پہنچناکافی ہو۔

لکھنے کی مہارت کی تربیت کے لیے مشق کا آغاز خوش خطی اور پھر املا سے ہونا چاہیے۔ پہلے حروف کی درست نشست اور ان کے جوڑ واضح کرنا ضروری ہیں۔ اس مشق کے لیے خاطر خواہ وقت مخصوص کرنا ضروری ہے۔ بار بار کی جانے والی مشق سے ہی مطلوبہ نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ اسی لیے ہمارے زمانے میں تختیوں اور قلم دوات کا استعمال کیا جاتا تھا۔ تختیاں بار بار دھو کر استعمال کی جا سکتی تھیں، ماں باپ پر مالی بوجھ بھی نہیں پڑتا تھا اور بچے تختی دھونے اور سکھانے کے عمل کے دوران نہ صرف ایک جسمانی ورزش کر لیتے تھے بلکہ چھوٹے موٹے گیت گا کر کھیل اور تفریح کا ذریعہ بھی حاصل کر سکتے تھے۔

لکھنے کی مہارت کی تربیت کے لیے جدید تدریسی مہارتوں کو پیش نظر رکھ کر نصاب سازی کی جائے تو زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہو گی۔کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہر قسم کی تحریر کی مشق کروائی جائے یعنی تصویر کو دیکھ کر عنوان لکھنا، تصویری کہانیاں لکھنا، نامکمل جملوں کو مکمل کرنا اور پھر بتدریج خاکے کی مدد سے کہانی یا مضمون لکھنا وغیرہ۔ یہ تو محض چند اشارے ہیں۔ اس نوع کی درجنوں سرگرمیاں ہیں جو تخیل کو مہمیز کر سکتی ہیں اور افکار و خیالات کو مربوط انداز میں بیان کرنے کی تربیت میں معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ ان سرگرمیوں کے لیے وقت اور توجہ صرف کی جائے۔

ان چاروں مہارتوں کی تربیت کے علاوہ زبان کے قواعدی نکات سے آشنائی پیدا کرنا بھی انتہائی ضروری عمل ہے۔ اس مقصد کے لیے رائج استخراجی طریقے کے بجائے استقرائی طریقے پر عمل مفید رہتا ہے۔ اگرچہ نصابات میں استقرائی طریقہ استعمال کرنے کی سفارش تو کی جاتی ہے مگر عملی طور پر وہی پرانا طریقہ رائج ہے جس کے تحت پہلے تعریفیں یاد کروا دی جاتی ہیں اور پھر ان کی مثالیں بتائی جاتی ہیں۔ بہتر ہے کہ تدریسی اسباق میں سے مختلف قواعدی نکات کی شناخت کروانے کے بعد ان کے قواعدی نام یا تعریف سے آگاہ کیا جائے۔ اس طریقے کی مدد سے بچوں میں تجسس اور دلچسپی کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور وہ تعریفیں رٹنے کے عمل سے اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتے۔

مختصر یہ ہے کہ زبان کی تدریس کے عمل کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ بنانا ضروری ہے۔ دلچسپی صرف لطیفوں یا مزاحیہ باتوں سے نہیں پیدا ہوتی۔ دلچسپی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب بچہ اپنے درس میں خود پوری طرح شریک ہوتا ہے اور چھوٹی چھوٹی مشکلات کو حل کر کے، سوالات کے جواب تلاش کر کے اور کسی نئے نکتے کی دریافت کر کے مسرت بھری کامیابی کو محسوس کرتا ہے۔اس منزل تک پہنچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ تدریس کا عمل دو

Downloaded From Tajassus.com

طرفہ اور عملی نوعیت کا ہو۔ یہ استاد سے بچوں کی طرف معلومات کے یک طرفہ بہاؤ کا نام نہ بن جائے، جیسا کہ عملی طور پر ہمارے ہاں رائج ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ نصاب کیسا ہی عمدہ کیوں نہ ہو، اگر درسی کتاب نصاب کے مقاصد پورے نہ کرتی ہو تو نصاب بے کار ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف درسی کتاب کیسی ہی دلچسپ اور کارگر کیوں نہ ہو، اگر استاد میں ذہانت، تدریسی عمل سے دلچسپی اور تخلیقی صلاحیت نہ ہو تو کتاب اپنے مقاصد پورے نہیں کرتی اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ نصاب، کتاب اور استاد سب کے ہوتے ہوئے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کیے جا سکتے اگر امتحانی نظام ان مقاصد سے ہم آہنگ نہ ہو جن کے لیے نصاب تشکیل دیا گیا ہے۔ جدید دنیا میں امتحان لینے کے خاصے غیر رسمی طریقے رائج ہیں جن میں سے بعض تو دیکھنے میں قطعی امتحان معلوم نہیں ہوتے لیکن وہ عملی طور پر بچوں کی کارکردگی کی آزمائش کرتے ہیں اور تعلیم کو عملی زندگی سے ہم آہنگ کرنےکی ضمانت دیتے ہیں۔

ANS 05

1

قرون اولیٰ کے مقابلہ میں تعلیم و تبلیغ ، ارشاد و اصلاح میں ایک عظیم تغیّر یہ ہوا کہ ان کا دائرہ طالبین کے لئے محدود ہو کر رہ گیا ، اہل طلب کے لئے تعلیم و اصلاح اور ہدایت و ارشاد کا پورا نظام اور اہتمام تھا ، لیکن جن کو اپنے مرض کا احساس ہی سرے سے نہیں اور جو طلب سے خالی ہیں، ان کی طرف سے توجہ بالکل ہٹ گئی ، حالانکہ ان میں طلب کی تبلیغ کی ضرورت تھی، انبیاءعلیہم السلام کی بعثت کے وقت سارا عالم مستغنی اور سود و زیاں سے بے پروا ہوتا ہے۔ یہ حضرات انہیں میں طالب علم پیدا کرتے ہیں اور کام کے آدمی حاصل کر لیتے ہیں، بے طلبوں اور بے حسّوں میں طلب و احساس پیدا کرنا ہی اصل تبلیغ ہے۔

اس احساس و طلب دین اور اسلام کے اصول و مبادی کی تلقین کا ذریعہ کیا ہے؟ اسلام کا کلمہ طیبہ ہی اللہ تعالیٰ کی رسی کا وہ سرا ہے ، جو ہر مسلمان کے ہاتھ میں ہے، اسی سرے کو پکڑ کر آپ اسے پورے دین کی طرف کھینچ سکتے ہیں، وہ کشمکش نہیں کر سکتا ، مسلمان جب تک اس کلمہ کا اقرار کرتا ہے، اس کو دین کی طرف لے آنے کا موقعہ باقی ہے۔ اس موقعہ کے (خدانخواستہ) نکل جانے سے پہلے اس سے فائدہ اٹھالینا چاہیے۔ اب مسلمانوں کی اس وسیع اور منتشر آبادی میں دین کا احساس و طلب پیدا کرنے کا ذریعہ یہی ہے کہ ان سے اس کلمہ ہی کے ذریعے تقریب پیدا کی جائے اور اسی کے ذریعہ خطاب کیا جائے، کلمہ یاد نہ ہو تو کلمہ یاد کرایا جائے ، غلط ہو تو اس کی تصحیح کی جائے ، کلمہ کے معنی و مفہوم بتائے جائیں اور سمجھایا جائے کہ خدا کی بندگی و غلامی اور رسول ﷺ کی تابعداری کا اقرار

Downloaded From Tajassus.com

ان سے کیا مطالبہ کرتا ہے ، اس طرح ان کو اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی پابندی پر لایا جائے، جن میں سے سب سے عمومی ، سب سے مقدّم اور سب سے اہم نماز ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ قابلیت رکھی ہے کہ وہ سارے دین کی استعداد و قوت پیدا کر دیتی ہے، جس بندگی کا کلمہ میں اقرار تھا ، اس کا یہ پہلا اور سب سے کھلا ثبوت ہے، پھر اس شخص کی مزید ترقی اور استحکام کے لئے اس کو اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے اور اس تعلق کو بڑھانے کی طرف متوجہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ یاد کرنے کی ترغیب دی جائے، نیز یہ بات اس کے ذہن نشین کی جائے کہ مسلمانوں کی طرح زندگی گزارنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشا ءاور اس کے احکام و فرائض معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ دنیا کا کوئی ہنر اور کوئی فن ہے سیکھے اور کچھ وقت صرف کئے بغیر نہیں آتا ، دین بھی ہے طلب کے نہیں آتا اور اس کو آیا ہوا سجھنا غلطی ہے، اس کے لئے اپنے مشاغل سے وقت نکالنا ضروری ہے۔ یہ کام اتنا بڑا اور اتنا پھیلا ہوا ہے کہ اس کے لئے چند افراد اور دچند جماعتیں کافی نہیں ، اس کے لئے عام مسلمانوں کی مسلمانو ں میں کوشش کرنے کی ضرورت ہے ۔ اس لئے کہ بقول بانی تبلیغ مولانا محمد الیاس صاحبؒ اگر کروڑوں کے واسطے لاکھوں نہیں اٹھیں گے تو کس طرح کام ہوگا، نہ جاننے والے جتنے کروڑ ہیں، جاننے والے اتنے لاکھ نہیں"۔ مولانا کے نزدیک اس کام کے لئے عالمِ اسلام میں ایک عمومی اور دائمی حرکت و جنبش کی ضرورت ہے اور یہ حرکت اور جنبش مسلمانوں کی زندگی میں اصل اور مستقل ہے۔ سکون و وقوف اور دنیا کا اشتغال عارضی ہے، دین کے لئے اس حرکت و جنبش پر مسلمانوں کی جماعت کی بنیاد رکھی گئی اور یہی ان کے ظہور کی غرض و غایت ہے۔ ورنہ دنیا کے سکون و دنیاوی انہماک ، کاروبار کی مصروفیت اور شہری زندگی کے کسی ضروری شعبہ میں کوئی ایسی کمی نہ تھی، جس کی تکمیل کے لئے ایک نئی امت کی ضرورت ہو۔

2

علوم قرآن کو دوحصّوں میں تقسیم کیاجاتا ہے:

اولاً۔ وہ علوم جو قرآن سے ماخوذ ہیں اور جنہیں آیاتِ قرآن میں تحقیق اور جستجوسے حاصل کیا جاتا ہے انہیں "علوم فی القرآن" کہتے ہیں۔

ثانیاً۔ وہ علوم جنہیں فہم القرآن کے لئے مقدمہ کے طور پر سیکھا جاتاہے انہیں علوم لِلْقُرآن کہتے ہیں۔

علوم فی القرآن :

قاضی ابو بکر بن عربی(۱)نے "قانون التّاویل" میں قرآن سے ماخوذ علوم کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے

Downloaded From Tajassus.com

(۱) توحید

(۲) تذکیر

(۳) احکام

اس کتاب میں مخلوقات سے آگاہی۔ اسماء صفات اور خالق سے آشنائی کو علم توحید قرار دیا گیاہے۔ بہشت کا وعدہ اور دوزخ کی وعید کو علم تزکیراورتمام مباح امور، یعنی شرعی احکام اور اُن کے نفع و نقصانات کے بیان کو علم احکام محسوب کیا گیا ہے۔ کتاب میں علم توحید کے لئے اس آیت کو بطور مثال پیش کیا گیاہے " وَاِلٰہُکم اِلٰہ وَّاحِد''" (۱)اس میں توحیدِذات افعال اور صفات پوشیدہ ہیعلم تذکیر کے لئے " وَ ذَ کّرِ' فَانَّ الذِّکریٰ تنفع المومنین" کی مثال دی گئی ہے اور تیسرے علم لئے "وَاَنِ اَحْکُمْ بینھم"کو شاہد کے طور پر لایا گیا ہے۔ مصنف کہتے ہیں کہ فاتحۃ الکتاب کو اسی لئے "امّ الکتاب" کہا جاتاہے کہ اس میں تینوں اقسام توحید،تذکیر،اور احکام کا ذکر موجود ہے۔

مثلاًسورہ کی ابتدا سے لے کر یوم الّدین تک توحید ہے" اِیّاکَ نَعبدُ وَایاکَ نَسْتَعِین" عبودیت اور احکام میں اطاعت سے متعلق ہے۔

" اِھدِنااَلصِّراطَ المُستَقیِم"سے لیکر آخر تک میں تذکیر کا ذکر ہے۔

اَبُوالْحَکَمْ اِبْنِ برّجان (۲) " ارشاد" میں تحریر کرتے ہیسارا قرآن تین علوم پر مشتمل ہے اسماء اللہ اور اسکی صفات کا علم،نبّوت اور اس کے استدلال و براھین کا علم، علم تکلیف (شرعی احکامات)

محمد بن جریر طبری کہتے ہیں:

قرآن تین علوم پر مشتمل ہے توحید،اخبار اور دیانات اسی لئے پیغمبر خدا نے فرمایا ہے " قُل ھُواَاللہُ اَحَدْ" قرآن کے برابر ہے چونکہ یہ سورت سراسر توحید ہے۔

عُلوم اِلقُرآن

کلی طور پر وہ علوم جو آیات کے فہم و ادراک کے اور کلام خدا کے معانی کو سمجھنے کے لئے،قرآن سے پہلے مقدمۃً سیکھے جاتے ہیں اُنہیں علوم قرآن کہتے ہیںاس تحریر میں ہمار ا مقصود یہی علوم اور منابع ہیں کیونکہ قرآن پیغمبر اسلام کا ایک ابدی معجزہ ہے جو درج ذیل موضوعات کا احاطہ کیے ہوئے ہےاخبار، قصص،حِکم، موعظہ،وعدہ،وعید،امر،نہی،تنذیر،تہذیب قلوب، تسکین نفوس، ارشاد، مطالعہ فطرت، وسیع کائنات میں غوروفکر۔

قرآن مجید فصیح عربی زبان میں نازل کیاگیا ہے

" وَاِنّہٗ لَتنزیلُ رَبّ العالِمین نَزَلَ بِہِ الرُّوحُ الاَمینً وعَلیٰ قَلْبِکَ لِتَکُونَ مِنَ الُمنْذِرینَ بِلِسٰانٍ عَرَ بیٍ مُّبِین"

Downloaded From Tajassus.com

تحقیق یہ قرآن عالمین کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جبرئیل کے توسط سے اسے تمہارے قلب پر نازل کیا گیاتاکہ تم اس کے مواعظ اور حکمتوں کو لوگوں کے لئے بیان کرو۔ یہ قرآن فصیح عربی زبان میں ہے۔

لیکن جیسا کہ عربی زبان کا طریقہ ہے قرآن بھی حقیقت و مجاز، تصریح اور کنایہ ایجازو تشبیہ و تمثیل اور امثال سے پُرہےمعارف قرآن کے طالب مجبور ہیں کہ وہ بلاغت و فصاحت کے علوم کو اچھی طرح سیکھیں کیونکہ الہی کلام کے اعجاز سے آگاہی متعلقہ امور سے مکمل واقفیت کے بغیرہرگز ممکن نہیں ہے ؟ہرگز نہیںمعرفت قرآن کے مقدمات سے آگاہی جس قدر زیادہ ہوگیکلام الہی کی روح اور گہرائی سے آگاہی بھی اسی قدر زیادہ ہو گی۔

قرآن کریم میں آیات متشابہ موجود ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

" هُوَالَّذی اَنزَلَ علیک اَلکِتَاب منہ آیَات'' محُکَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ ا'لکِتَاب وَاُخَرُمُتَشٰابِہٰات فَاَمّاالّـَذِین فِی قُلُوبِہم زیغُ فَیَتَّبعُونَ مَاتَشَابَہ منہُ اَبْتغَاءَ الفِتَنة وَابتغاءَ تاوِیلہ وَمایَعلمُ تَاوِیلَہ اِلاَاللہ وَالّراسَـخونَ فیِ العلم یَقُولُون آمَنّابِہ کُلّ مِن عندرَبّناٰ وَمایَذَّکَّرُ اِلاّاُو لُوالاَلباٰب"

(وہی خدا ہے کہ جس نے تم پر کتاب نازل کی اس کتاب میں بعض آیات محکم ہیں جو کہ کتاب خداکی دیگر آیات کے لئے اصل اور مرجع کی حیثیت رکھتی ہیںبعض متشابہ ہیں پس جن کے دل باطل کی طرف مائل ہیں وہ متشابہ کے پیچھے جاتے ہیں تاکہ اس میں تاویل کر کے شُبہ اور فتنہ وفساد پیدا کریںحالانکہ انکی تاویل سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سب محکم اور متشابہ پر جو ہمارے رب کی طرف سے نازل شدہ ہے ایمان لائے ہیں اور سوائے صاحبان عقل کے کوئی بھی اس حقیقت کو نہیں جانتا۔

قرآنی معارف کے طالِب حضرات کو چاہیے کہ وہ مشکلات کے وقت پیغمبر خدا اور آلِ رسول کی طرف رجوع کریں قرآن کی لغات اور معانی سے متعلق اُن سے سوال کریں

حضرت عمرنے ایک دفعہ منبر پر کھڑے ہو کر آیت " وَفاَ کِہَۃً وَاَباًّ" کی تلاوت کی اور کہا فاکِہَۃ کو جانتا ہوں لیکن نہیں جانتا کہ اَبّاً سے کیا مراد ہے ؟۔

بزرگ صحابی اور حبرالامۃابن عباس فرماتے ہیں کہ میں فاطرالسموات کا مطلب نہیں جانتا تھا ایک دفعہ دو عرب جھگڑتے ہوئے میرے پاس آئےوہ ایک کنویں سے متعلق جھگڑ رہے تھے اُن میں سے ایک نے کہا"افطرتھا" یعنی ابتدیتھایعنی سب سے پہلے میں نے کنواں کھودا ہے اس وقت میں اس کے معانی سے آگاہ ہوا۔

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ دوسرے افراد مخصوصاً غیر عرب لوگوں کو تفسیر کی اور معانی ومطالب سمجھنے کی ضرورت نہیں ہےایسے علوم شناخت قرآن کے لئے ضروری ہیںجب

Downloaded From Tajassus.com

مقدماتی علوم سے انسان اچھی طرح آگاہ اور باخبر ہو جائے تو وہ قرآن کے اندر پوشیدہ علوم کی بھی کماحقہ معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

3

قرآن مجید اپنی آیات پر غور و فکر کے ساتھ ساتھ آیات آفاق اورآیات لنفس پر بھی غور کرنے کے تعلیم دیتا ہے۔آفاق میں تمام طبعی ظواہر (Physical Phenomena) شامل ہیں اور لنفس میںتمام سماجی ظواہر (Social Phenomena)۔ شامل ہیں۔سماجی علوم سماجی ظواہر کے مطالعہ ہی کا نام ہے۔ لنسانی زندگی کی تفہیم اور اس کی تعمیر و تشکیل میں سماجی و لنسانی علوم کی غیر معمولی اہمیت ہے۔یہ علوم سماج اور سماج کے اندر لنسانی تعلقات کا جائزہ لیتے ہیں۔ بشریات، تاریخ، معاشیات ،سیاسیات جیسے علوم زندگی کے مختلف گوشوں سے متعلق اہم رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ سماجی علوم کی فہرست میں سماجیات (Sociology) گرچہ نسبتاً نیا علم ہے لیکن اس کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ سماجی تعلقات کی کیا نوعیت ہوتی ہے۔

سماجی تبدیلیاں کیسے رونما ہوتی ہے۔ مذہب، معیشت ، خاندان، حکومت جیسے اداروں کاکیا رول ہوتا ہے۔ سوشلائزیشن کا عمل کیسے انجام پاتا ہے۔سماج میں ہونے والے جرائم کے عوامل کیا ہوتے ہیںاور ان کا سد باب کیسے کیا جاسکتا ہے۔سماجی ترقی کے مختلف ماڈلس کیا ہیںاور کونسا ماڈل زیادہ مناسب اور مفید ہے۔سماجی نالنصافی کی شکلیں اور اس کے وجوہ و اسباب کیا ہیں۔یہ اور اس طرح کے بے شمار سوالات کے جوابات کی تلاش ہی کا نام سماجیات ہے۔

سماجیات کا دائرہ دو افراد کے مابین ہونے والے تعامل (Interaction)۔ سے لیکر عالمی سطح پر ہونے والی سماجی تبدیلیوں تک محیط ہے۔لنسانی زندگی کا کوئی ایسا گوشہ نہیںہے جو سماجیات کے دائرہ سے باہر ہو۔ سماجیات میں ہر چیز کا سماجی پہلو سے مطالعہ کیا جاتاہے۔ مذہب ہی کی مثال لیجیے۔ مذہب یوںتو خدا اور بندے کے تعلق کا نام ہے مگر لیک دوسرے پہلو سے دیکھیں تو یہ لیک سماجی ظاہر ہ (Social Phenomenon) ہے۔ مذہب کی تعبیر و تشریح سے لیکرمذہبی مراسم کی ادائیگی تک ہر عمل سماج ہی کے اندر انجام پاتا ہے۔

مذہبی نص (Religious Text)کے فہم اور انطباق دونوں پرسماجی پس منظر (Social Context)اثر انداز ہوتا ہے۔مذہب جہاں سماج پر اثر انداز ہوتا ہے وہیں سماج سیاسی، معاشی اور دیگر اغراض کے لیے مذہب کا استحصال بھی کرتا ہے۔سوشیالوجی آف ریلی جین میں اس طرح کے بہت سارے سوالات زیر بحث آتے ہیں۔سوشیالوجی آف ڈیولپمنٹ،

Downloaded From Tajassus.com

لیکلنومک سوشیولوجی، پالیٹکل سوشیالوجی ، اربن سوشیالوجی ، رؤرل سوشیالوجی، Environmental سوشیالوجی وغیرہ سماجیات کے کچھ اہم تخصصات ہیں۔

ایک سوال ذہن میں یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ کیا سماج کو سمجھنے کے لیے باقاعدہ کسی علم کی ضرورت ہے؟ انسان جب سماجی مخلوق ہے اور سماج ہی میں آنکھیں کھولتا اورپلتا بڑھتا ہے تو کیا سماج کو سمجھنے کے لیے اسے تحقیق اور ریسرچ کی ضرورت پیش آسکتی ہے؟کیا سوشل سائنس ریسرچ کے ذریعے جوعلم حاصل ہوتا ہے وہ عقل عام (Common Sense)۔ کے ذ ریعے سے حاصل نہیں ہوتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم سماج میں بہت ساری چیزوں پر تنقیدی نگاہ نہیں ڈالتے۔ ہم سماج سے متعلق اپنے آراء (Opinions)اور مفروضات (Assumptions)کو حقائق (Facts)سمجھ بیٹھتے ہیں۔ آراء یامفروضات شخصی (Subjective) ہوتے ہیں اور حقائق معروضی(Objective) ہوتے ہیں۔ ایک سوشل سائنٹسٹ دونوں میں فرق کرتا ہے۔ وہ آرام دہ کرسی پر بیٹھ کر سماج کے مختلف پہلوئوں پر رائے قائم نہیں کرتا بلکہ وہ تحقیق کے مختلف کیفیاتی اور کمیاتی وسائل (Qualitative and Quantitative Research Tools)۔ کو اختیار کرکے سماج کے کسی پہلو سے متعلق حقائق دریافت کرتا ہے اور پھر ان حقائق کا تجزیہ کرتا ہے۔

4

اسلام کے لفظی معنی اطاعت کے ہیں ،اسلام کامل اور مکمل ضابطۂ حیات ہےاور فطرت کا دین ہے اسلام کائنات کے ظاہری اور چھپے ہوئے وجود کے ظاہر ہونے اور انسان کے متعلق سارے احوال اور تبدیلیوں پر نظر رکھنے والا دین ہے - یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اسلام نے یونانی فلسفوں کے ارد گرد بھٹکنے والے انسانوں کو علم کی روشنی سے منور کرتے ہوئے سائنسی علوم کی بنیادیں مہیا کیں۔ اسلامی تعلیمات کا اہم اور بنیادی ماخذ قرآن مجید ہے اور انسان قرآن مجید کا بنیادی موضوع ہے، انسان کو بار بار اس بات کی دعوت دی گئی کہ وہ ارد گرد میں پیش آنے والے واقعات، حالات اور تغیرات سے باخبر رہے اور ان پر تفکرو تدبر کرے — اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کردہ علم وعقل اور قوت و شعور سے کائنات کے ظاہری و باطنی رازوں پر سوچے - اللہ تبارک وتعالی نے کامل مسلمان کے صفات قرآن مجید کے اندر کچھ یوں ارشاد فرمائی ہے :

ان في خلق السماوات والأرض واختلاف الليل والنهار لآيات لأولي الألباب الذين يذكرون الله قياما وقعودا وعلى جنوبهم ويتفكرون في خلق السموات والأرض ربنا ما خلقت هذا باطلا سبحانك فقنا عذاب النار 1

Downloaded From Tajassus.com

"زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور دن اور رات کے باری باری سے آنے میں ان ہوشمند لوگوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے ، ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمان وزمین کی ساخت میں غوروفکر کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) پروردگار ! یے سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے ،تو پاک ہے اس سےکہ عبس کام کرے۔ پس اے رب ! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔2

سائنس اور مذہب کے باہمی ربط کو سمجھنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس سوال کے دونوں ہی جز انسانی زندگی اور خصوصا عصر حاضر میں نہایت اہمیت کے حامل ہیں، ایسی اہمیت جس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ اگر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس بیان میں کوئی مبالغہ نہیں کہ دونوں ہی چیزیں آج کے ہر انسان کے لئے ناگزیر ہیں، ا ور اگر کوئی اس حقیقت سے ناواقف یا کسی سبب سے اس بدیہی حقیقت کو قبول کرنے سے صرف نظر کرتا ہے، تو وہ خود اپنی زندگی کو نامکمل بنانے اور ناقص رکھنے کی سعی نا مشکور کرتا ہے، خواہ اسے خود اس کا علم تک نہ ہو۔قرآن حکیم نے ایمان والوں کی بنیادی صفات و شرائط کے ضمن میں جو اوصاف ذکر کئے ہیں ان میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر اوت تفکر و تدبر (علم تخلیقیات (Cosmology)۔ کو بنیادی اہمیت حاصل ہوئی۔3 موجودہ دور سائنسی علوم کے عروج کادور کہلایا جاتا ہے۔ سائنس کو بجا طور پر عصری علوم (Contemporary Knowledge) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔لہذا دؤر جدید میں دین کی صحیح اور نتیجہ خیز اشاعت کا کام سائنس کے جدید بنیادوں پر ہی بہتر طریقے سے پورا کیا جا سکتے ہے اس دور میں اس کام کی اہمیت پچھلے صدیوں سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے کہ مسلم معاشروں میں جدید سائنسی علوم کی ترویج کو فروغ دیا جائے اور دینی تعلیم کو سائنسی تعلیم سے ربط جوڑ کر حقانیت اسلام کا بول بالا کیا جائے۔ دور حاضر کے مسلمان طالب علم کے لئے اس ربط کو قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھنا اہم ہے۔4 مذہب خالق(Creator) ۔ پربحث کرتا ہے اور سائنس اللہ تعالی کی پیدا کردہ خلق (Creation) ۔ پر، یعنی کہ مذہب کا موضوع خالق اورسائنس کا موضوع خالق کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہےاگر اللہ تبارک و تعالی کی بنائی ہوئی کائنات میں تفکر وتدبر اور سوچ و بچار درست اور مثبت انداز میں کی جائے تو اس مثبت تحقیق پر لامحالہ انسان کو خالق کی معرفت نصیب ہوگی اور وہ بے اختیار پکار اٹھے گا۔

Downloaded From Tajassus.com